ڈاکٹر اسرار احمد بھی تشریف لائے تھے، جبکہ علمی ذوق رکھنے والے متعدد اصحاب بھی اس موقع پر موجود تھے۔

مدیر جامعہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدنی نے مذاکرہ کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ معہد کے زیرِ اہتمام یہ مذاکرہ ہر پندرہ روز بعد منعقد ہوا کرے گا جس سے غرض یہ ہے کہ دورانِ تعلیم معہد کے شرکاء کے سامنے جو اہم موضوعات آئیں، ان موضوعات سے متعلق علمی شخصیات کے افکار و خیالات سے مستفید ہوا جا سکے تاکہ ان موضوعات کے تمام پہلو واضح ہو کر سامنے آجائیں اور ان کا کوئی گوشہ بھی نظروں سے مخفی نہ رہے۔

بعد ازاں آپ نے اس مذاکرہ میں زیرِ بحث آنے والے موضوعات کا مختصر تعارف کرایا، اور مقررین کو ان کے مواضیع سے مطلع کرتے ہوئے خطاب کی دعوت دی۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر:

علامہ صاحب نے محدثین کی ایک اصطلاح "خبرِ واحد" کی حجیت پر تقریباً سوا گھنٹہ خطاب فرمایا۔ انہوں نے سب سے پہلے خبرِ متواتر اور خبرِ واحد کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خبرِ متواتر اس حدیثِ رسولؐ کو کہتے ہیں کہ جس کو بہت زیادہ رواۃ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو۔ پھر ان رواۃ سے آگے اخذ کرنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا جائے، حتیٰ کہ یہ کسی مسلّمہ اور مستند کتاب میں محفوظ ہو جائے یا دوسرے الفاظ میں اس روایت کو بیان کرنے والے ہر دور میں تعداد میں اتنے زیادہ ہوں اور اتنے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہوں کہ ان کا کسی غلط بات پر جمع ہو جانا مشکل ہو اور عرفِ عام میں ان کے بارے میں یہ وہم و گمان بھی نہ کیا جا سکے کہ انہوں نے باہم مل کر، متحد ہو کر اسے اپنی طرف سے ایجاد کر لیا ہے —— نیز یہ کہ اخبارِ متواترہ کی تعداد کسی کے نزدیک صرف ایک ہے، کسی کے نزدیک چار، اور کسی کے نزدیک چھ یا آٹھ ہے —— لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اخبارِ متواترہ کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔

علامہ صاحب نے بتایا کہ خبرِ متواتر کی تعریف بیان کرنے سے ان کا مقصود یہ ہے کہ خبرِ واحد کی تعریف واضح ہو کر سامنے آجائے۔ پس خبرِ واحد کی تعریف یہ ہے کہ اس کے راوی ایک، دو یا تین بھی ہوں لیکن خبرِ متواتر کی مذکورہ تعریف کا اس پر اطلاق نہ ہو سکتا ہو یا زیادہ واضح الفاظ میں خبرِ واحد وہ ہے جو خبرِ متواتر نہ ہو —— اور جب یہ بات مسلّمہ ہے کہ اخبارِ متواترہ کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اقوال و افعال و تقریرات کا پورا ذخیرہ ان چند احادیثِ متواترہ کو چھوڑ کر باقی سب کا سب اخبارِ احاد پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اصل مسئلہ یہ نہیں کہ خبرِ واحد حجت ہے یا نہیں، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حدیثِ رسولؐ حجت ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس بحث میں پڑتا ہے کہ خبرِ واحد حجت ہے یا نہیں تو وہ اس اصولی بحث میں نہیں پڑتا کہ خبرِ واحد کیا ہے اور خبرِ متواتر کیا؟ بلکہ اس کا اصل مقصود اور مطمحِ نظر یہ ہے کہ وہ حجیتِ حدیث ہی کا انکار کرے اور لوگوں سے یہ منوائے کہ اصل اصول اسلام میں صرف قرآن ہے اور دوسری کوئی بات حجت نہیں، اس لیے کہ خبرِ واحد کا انکار حدیث کی ایک مخصوص قسم کا انکار نہیں بلکہ بنیادی طور پر آپؐ کی ساری سنت ہی کا انکار ہے!

علامہ صاحب نے فرمایا:

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ قرآنِ پاک کی روشنی میں حدیثِ رسولؐ کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں؟ —— اس سلسلہ میں آپ نے قرآنِ مجید کی متعدد آیات سے استدلال کیا اور ثابت کیا کہ جس طرح قرآنِ کریم حجت ہے اسی طرح فرمانِ رسولؐ بھی حجت ہے —— مثلاً:

- مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ!
- مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔"
- فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔
- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ! وغیرہ۔

انہوں نے فرمایا:

اگر دنیا میں فرمانِ رسولؐ موجود نہیں تو حجیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اگر یہ موجود ہے اور یقیناً ہے تو یہ حجت ہے —— اور اگر یہ کہا جائے کہ حجت صرف اخبارِ متواترہ ہیں تو ان کی تعداد چند ایک ہے اور باقی سب اخبارِ احاد، جن کو اگر حجت تسلیم نہ کیا جائے تو اس

کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم نے سرے سے حدیثِ رسولؐ ہی کو حجت تسلیم نہیں کیا ـــــ تو اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ وعید ہمارے پیشِ نظر ضرور رہنی چاہیے:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ"

کہ" ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور (اس سے منحرف ہو کر) اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔"

واقعاتی طور پر علامہ صاحب نے خبرِ واحد کی حجیت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۹ ہجری میں صدیق اکبرؓ کو مناسکِ حج سکھلا کر اور امامِ حج بنا کر بھیجا اور آپؓ تنہا آپؐ کے فرامین لے کر کعبۃ اللہ، منیٰ اور عرفات میں حاضر ہوئے، لیکن کسی نے یہ نہ کہا کہ آپ تنہا ہیں، لہٰذا ہم آپ کے بتائے ہوئے مناسک کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعد میں آپؐ نے حضرت علیؓ کو سورۂ توبہ کی آیات دے کر صدیقِ اکبرؓ کے پاس بھیجا تو حضرت علیؓ بھی تنہا ہی تھے جو پیغام لے کر گئے۔ اسی طرح معاذ ابن جبلؓ تنہا اسلام کے اصول لے کر یمن گئے۔ بحرین کے وفد کے ساتھ آپؐ نے سعید بن العاص کو تن تنہا اصولِ اسلام کی تعلیمات دینے کی غرض سے روانہ فرمایا ـــــ حتیٰ کہ تحویلِ قبلہ کے حکم کے نزول کے بعد ایک صحابی رسولؐ نے ظہر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں بیت المقدس کی بجائے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے ادا کی ـــ بعد میں وُہ اپنی بستی کی مسجد میں پہنچے، نماز شروع ہو چکی تھی اور چونکہ تحویلِ قبلہ کی خبر ابھی ان لوگوں تک نہ پہنچ سکی تھی، وُہ ہنوز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے، اس صحابیِ رسولؐ نے پکار کر ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نمازِ ظہر بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے ادا کی ہے، تو ان لوگوں نے سلام پھیر کر تحقیق کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ یہ سمجھتے ہوئے کہ اس صحابی رسولؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، نماز ہی میں اپنا رُخ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف کر لیا ـــــ اور یہ واقعہ خبرِ واحد کی حجیت پر زبردست دلیل ہے۔

اسی طرح جنگِ خیبر کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے اکیلے حضرت طلحہؓ کے مطلع کرنے پر کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے کے گوشت کو حرام کر دیا ہے" اس گوشت کی پکی ہوئی ہنڈیاں تک الٹ دیں، گو صحابہ کرامؓ بہت زیادہ بھوکے تھے لیکن اٹھاتے ہوئے لقمے بھی پھینک دیئے ـــــ بلاشبہ صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم سُن لینے کے بعد کچھ چون و چرا کی گنجائش نہ پاتے تھے ـــــ اور یہاں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

نے خبرِ واحد یا متواتر کی حجیت کو زیرِ بحث نہیں بنایا۔

انہوں نے اس سلسلہ میں مزید فرمایا:

حضرت ابوہریرہؓ نے بابِ مدینہ میں (یا ایک روایت میں بابِ مسجد نبویؐ میں) کھڑے ہو کر آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب حرام قرار دے دی ہے تو لوگوں نے یہ اعلان سنتے ہی شراب کے مٹکے توڑ دیے ——— ایک صحابی رسولؐ نے شراب کے جام کو توڑ دینا چاہا تو ایک دوسرے صاحبِ رسولؐ نے فرمایا، اسے نہ توڑیئے، آپؐ نے یہ تو حرام قرار نہیں دیئے، یہ دودھ یا پانی وغیرہ پینے کے کام آسکتے ہیں، تو ان صاحب نے فرمایا، جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام بتلا دیا ہے، ہم اس کی یادگار کو بھی باقی نہیں رکھنا چاہتے ——— یہاں بھی حضرت ابوہریرہؓ پر یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ شراب کی حرمت کی خبر دینے والے آپ تنہا آدمی ہیں!

علامہ صاحب نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ:

خبرِ واحد حجت نہ ہو تو سنتِ رسولؐ کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی، اور درحقیقت خبرِ واحد کے حجت نہ ہونے کی آڑ لے کر سنتِ رسولؐ ہی سے انکار کیا جا رہا ہے۔

——— خبرِ واحد کے ساتھ عمومِ قرآن کی تخصیص ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ——— اس سلسلہ میں علامہ صاحب نے فرمایا کہ

لوگوں کو مسئلہ رجم کے سلسلہ میں بھی یہی اشکال ہے اور یہاں میں نے بڑے بڑے بزرجمہروں کو ٹھوکر کھاتے دیکھا ہے ——— تعجب ہے لوگ اپنی عقلوں کو تو قرآن کے مقابلے میں حجت سمجھتے ہیں لیکن جس پر قرآن اترا ہے، اس کی حدیث و فراست کو قرآن کے مقابلے میں حجت تسلیم نہیں کرتے!

علامہ صاحب نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کے بغیر عربوں کو عرب ہونے کے باوجود "حَتّٰی يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" اور "ظلم" کا مفہوم تک سمجھ میں نہ آسکا ——— چنانچہ جب یہ آیت اتری:

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ——— الآية"!

تو صحابہ کرامؓ نہایت پریشان ہوتے اور آپؐ سے پوچھا کہ چھوٹے موٹے ظلم سے تو ہم میں سے

شاید ہی کوئی بچا ہو، تو پھر ہماری نجات کا حال کیا ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ "یہاں ظلم سے مراد شرک ہے!"

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ"!

کہ "ہم نے قرآن مجید کو آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کو بیان کریں"

اللہ تعالیٰ چاہتے تو قرآنِ مجید کو کوہِ صفا پر اتار سکتے تھے، غارِ حرا میں قرآنِ مجید اتر سکتا تھا، کعبہ کی چھت یا صحن کو اس سے آراستہ کیا جا سکتا تھا، بیت المقدس کو اس سے سجایا جا سکتا تھا۔ لیکن آپؐ ہی پر اس کے نازل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ اسے ہمارے سامنے بیان کریں، کہ جب تک آپؐ نہ بتائیں، قرآن کا بیان ہماری سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا ــــ اور یہ کہ ہمیں اس شخصیت کی بہرحال ضرورت ہے جس کے سینے کو خداوندِ عالم نے قرآنِ مجید کا نشیمن بنایا ہے!

قرآنِ مجید اور فرمانِ رسولؐ کے مصادر و مآخذ الگ الگ ہوں تو حدیثِ رسولؐ کے حجیت ہونے یا نہ ہونے کی بات زیرِ بحث آ سکتی ہے، لیکن جہاں سے قرآن آیا ہے وہیں سے فرمانِ مصطفےٰؐ بھی آیا ہے:

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى"!

امتِ مسلمہ کے نزدیک کتاب و سنت دونوں وحی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک وحی متلو ہے اور دوسری غیر متلو!

علامہ صاحب نے خبرِ واحد سے عمومِ قرآن کی تخصیص کے موضوع پر واپس لوٹتے ہوئے فرمایا:

کہ ایک عورت کا پوتا مر گیا، یہ عورت صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ کیا پوتے کی وراثت میں اس کا حصہ موجود ہے یا نہیں؟ تو صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا، کتاب اللہ میں تمہارا حصہ موجود نہیں (اس سلسلہ میں علامہ صاحب نے "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ۔ الآية" تلاوت فرمائی) مغیرہ بن شعبہؓ نے جو قریب ہی موجود تھے، فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے" ــــ علامہ صاحب نے زوردار الفاظ میں فرمایا کہ "پوائنٹ نوٹ کیجئے: صدیقِ اکبرؓ قرآنِ مجید میں سے اس عورت کے حصہ کی نفی کر رہے ہیں اور مغیرہ بن شعبہؓ نبیؐ کا فرمان پیش کر رہے ہیں ــــ گویا دونوں کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا، کیا کوئی اور بھی اس بات پر آپ کا گواہ ہے"؟ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے اٹھ کر گواہی دی تو صدیق اکبرؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کی اس بات کو تسلیم کر لیا (بعد میں جب علامہ صاحب نے حاضرین کو سوالات کرنے کی دعوت دی اور یہ سوال زیرِ بحث آیا کہ "جب خبرِ واحد حجت ہے تو صدیق اکبرؓ کو محمد بن مسلمہؓ کی گواہی کی ضرورت کیوں پیش آئی"؟ تو علامہ صاحب نے جواباً فرمایا کہ محمد بن مسلمہؓ کی گواہی کے باوجود یہ خبر، خبرِ واحد ہی ہے کہ خبرِ واحد میں راوی دو کی بجائے تین بھی ہو سکتے ہیں اور جس روایت کے راوی تین ہوں اس کو خبرِ متواتر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا، جبکہ یہاں صرف دو کی بات ہو رہی ہے)

علامہ صاحب نے اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور کی بھی کچھ مثالیں پیش کیں —— نیز بتایا کہ:

بیٹا باپ کو قتل کر دے تو وہ باپ کی وراثت کا حقدار نہ ہو گا۔ یہ حدیثِ رسولؐ ہے، جب کہ قرآن مجید میں عمومی حکم موجود ہے کہ بیٹا باپ کا وارث ہو گا —— لیکن اس حدیثِ رسولؐ پر تمام امت کا اتفاق ہے، اور یہ خبرِ واحد ہے۔ جو عمومِ قرآن کی تخصیص کر رہی ہے —— اسی طرح قرآن مجید میں اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ —— الآیۃ" کے تحت جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان میں ایک ایسے مرد پر اس عورت کے حرام ہونے کا ذکر موجود نہیں کہ جس کی پھوپھی یا خالہ اس کے نکاح میں پہلے سے موجود ہو لیکن حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اس حدیث پر امت کا اجماع ہے کہ ایسی عورت کا نکاح اس مرد سے نہیں ہو سکتا۔

یہی معاملہ آیتِ قرآنی "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا" کے ساتھ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عموم کی تخصیص یوں فرمائی کہ ربع دینار کے برابر یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اس سے کم میں نہیں —— اور "الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ" کے عموم کو بھی آپؐ نے خاص کیا کہ غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن بھی کیا جائے گا۔ جبکہ شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے گا —— اور یہ سب خبرِ واحد ہیں!

علامہ صاحب نے فرمایا:

اسلام میں اور موجودہ قوانین میں بھی دو آدمیوں کی گواہی پر قاتل کی گردن اڑائی جا سکتی ہے، دو آدمیوں کے کہنے پر ہاتھ کٹ جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض امور میں، عادل و منصف شخص کی گواہی موجود